جدید الیکٹرانک میڈیاپر شرعی نظر:

جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کا شرعی حکم

از مولانا اختر امام عادل قاسمی

جامعہ ربانی منور واشریف سمتی پور (انڈیا)

جدید الیکٹرانک میڈیا نے اہل علم کے سامنے نئے نئے مسائل کھڑے کیے ہیں جس کی وجہ سے ایک سنجیدہ مسلمان کے لئے صحیح راہ متعین کرنے میں کئی دشواریوں کا سامنا ہیں۔ تاہم اہل علم نے امت مسلمہ کو کسی حال میں بھی اکلوتا نہیں چھوڑا اور رات دن مشکل مسائل کے حل کرنے میں اپنی راحت وآرام چھوڑ کر امت مسلمہ پر احسان کیا۔ عصر حاضر میں جدید ذرائع ابلاغ (ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ) کا دینی مقاصد کے لئے استعمال کے جواز وعدم جواز پر انڈیا میں علمائے ہند کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک اسلامیہ کے جید اہل علم وتحقیق نے بھی شرکت کی جبکہ ہمارے پاکستان کے علماء میں سے حضرت مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی قابل ذکر ہیں۔ اور انہوں نے بھی اس موضوع پر تحقیقی مقالہ پیش کیا الغرض فقہی اجتماع میں پیش کئے گئے مقالات کو افادہ عام کے لئے وقتاً فوقتاً شائع کرتے ہیں۔ اس دفعہ مولانا اختر امام عادم قاسمی کا مقالہ پیش خدمت ہے۔ امید ہے کہ قارئین حضرات بخوبی استفادہ کرینگے۔ اور جملہ قارئین اہل علم وتحقیق کو تبصرہ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ (ادارہ)

ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ یا اس قسم کے دیگر جدید آلات آج کے سائنسی دور کے اعلیٰ ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ ہیں، ان کا استعمال آج چاہے منکرات وخرافات اور لہو ولعب کی اشاعت کے لئے ہو رہا ہو، لیکن ان کے ایجاد کے پس منظر میں صرف ابلاغ وترسیل کا جذبہ کارفرما تھا، ـــــــــــ یہ بگڑے ہوئے سماج کی دین ہے یا ان ذرائع کو استعمال کرنے والے ہاتھوں کا قصور، کہ آج ان کا استعمال اچھی تعمیری چیزوں کی ترسیل سے زیادہ غلط تخریبی چیزوں کی ترسیل میں ہو رہا ہے۔ اور یہ انہی کا کیا؟ دنیا کی کسی بھی اچھی چیز کا غلط استعمال ہوسکتا ہے۔

سیمنٹ، اینٹ، پتھر وغیرہ تعمیری مواد (میٹریل) ہیں۔ ان سے مسجد کی تعمیر بھی کی جاسکتی ہے اور مندر یا کلیسا کی بھی آگ ایک عظیم نعمت خداوندی ہے۔ ان سے کھانا بھی پکایا جاسکتا ہے۔ اور کسی غریب کی جھونپڑی بھی خاکستر کی جاسکتی ہے۔ مگر کسی چیز کا غلط استعمال اس کو غلط نہیں بناتا، اصل چیز صحیح استعمال ہے،

آلاتِ لہو ولعب کا حکم:

کتب فقہ میں بعض ان آلات کا ذکر آیا ہے۔ جن کا استعمال لہو ولعب کے لئے ہوتا تھا۔ اور کثرت استعمال کی وجہ سے ان کو آلات لہو ولعب کہا جاتا تھا۔ ان کے بارے میں فقہاء کی یہی رائے ہے۔ کہ جواز وعدم جواز کا مدار صحیح قصد اور صحیح استعمال پر ہے۔ یعنی حدود میں رہتے ہوئے صحیح نیت کے ساتھ ان کو استعمال کیا جائے تو مضائقہ نہیں ورنہ جائز نہیں۔

علامہ شامی مختلف آلات پر تبصرہ کرتے ہوئے قمطراز ہیں:

هذا يبعد ان آلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها الا ترىٰ ان ضرب تلك الآلة لعينها حل تارة وحرم اخرىٰ باختلاف النسبة والامور بمقاصدها،

(شامی کتاب الحظر والاباحة قبیل فصل اللبس ج ۹ ص ۴۲۶ مطبوعه (دارالكتاب الهند)

ترجمہ:۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے۔ کہ آلہ لہو بذات خود حرام نہیں ہے۔ بلکہ ارادہ لہو کی بنا پر اس میں حرمت آئی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ بعینہٖ اسی آلہ کا استعمال نیتوں کے فرق سے کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام کیونکہ امور میں اعتبار مقاصد کا ہے۔

کتب فقہ میں اس کی کئی مثالیں آئی ہیں۔ مثلاً ڈنکا بجانا (ضرب النوبۃ) اظہار تفاخر کی نیت سے حرام ہے۔ اور لوگوں کو بیدار کرنے کی غرض سے جائز ہے۔ مثلاً کوئی تین اوقات میں ڈنکا اس لئے بجائے کہ تین نفخات کی تذکیر ہو، یعنی عصر کے بعد نفخہ ءفزع کی عشاء کے بعد نفخہ ءموت کی اور نصف شب کے بعد نفخہ ءبعث کی یاددہانی ہو، اسی طرح ڈھول آلہ لہو ہے۔ لیکن رمضان میں سحری کے لئے جگانے کی غرض سے اس کی گنجائش ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر بغرض اعلان واشتہار دف کا استعمال مباح ہے۔ بشرطیکہ دف میں گھونگھرو گھنٹی، یا سر کی آواز نہ پیدا کی ہوتی ہو اور ڈھول بجانے کے طور پر اس کا استعمال نہ ہو، حمام کا بگل بھی اسی بنیاد پر جائز ہے۔

صوفیہ کے سماع کو بھی اس طور پر لیا گیا ہے، اور اسی وجہ سے ان پر تنقید واعتراض سے روکا گیا ہے۔

ومن ذلک (ای من الملاهی) ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبيه فلا بأس به كما اذا ضرب فی ثلاث اوقات لتذكير ثلاث نفخات الصور لمناسبة بينهما فعد العصر للاشارة الى نفخة الفزع وبعد العشاء الى نفخة الموت وبعد نصف الليل الىٰ فی نفخة البعث وتمامه ' فيما علقته' على الملتقىٰ .....وفيه دليل لساداتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها امور أهم أعلم بهم فلا يبادر المعترض بالانكار كی يحرم بركتهم فانهم السادة الاخيار ....وينبغی ان يكون بوق الحمام يجوز كضرب النوبة وعن الحسن فی العرس ليشتهر و فی السراجية هذا اذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب علىٰ هيئته التضرب ...... اقول وينبغی ان يكون طبل للسحر فی رمضان لايقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام تامل.

(شامی کتاب الخطر والاباحة ج ۹ ص ۴۲۶ مطبوعه دار الكتاب ديوبند)

اس تناظر میں دیکھا جائے تو یہ آلات لہو جو لہو ولعب اور تفریحی خرافات ہی کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ جب ان میں اتنی گنجائش ہے تو وہ جدید سائنسی آلات جن کی ایجاد کے پیچھے لہو ولعب سے زیادہ ابلاغ و ترسیل اور اعلان و تشہیر کے مقاصد کارفرما ہیں۔ ان میں بدرجہ اولیٰ یہ گنجائش ہوگی کہ حدود میں رہتے ہوئے صحیح مقصد سے اور صحیح طرز پر ان کا استعمال ہو تو جائز ہے۔ بشرطیکہ ان کے استعمال سے کوئی محظور شرعی نہ لازم آتا ہو۔

''اعتبار مقاصد کا ہے'':

اس سلسلے میں کسی آخری نتیجے تک پہنچنے کے لئے بنیادی اصول ہمارے پیش نظر رہنا ضروری ہے۔ معاملات وامور میں اعتبار مقاصد کا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ **انما الاعمال بالنیات**۔ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ **(مشکوۃ المصابیح)**

(نوٹ):۔ یہاں پر کچھ عبارت جو موصوف نے تحریر کی ہے وہ محذوف ہے۔ انشاء اللہ العزیز آئندہ شمارے میں شائع کریں گے۔)

چنانچہ کتب فقہ میں اس کی تشریح مفصل موجود ہے۔ بعض دفعہ ایک چیز میں نفع ونقصان دونوں موجود ہوتے ہیں، اور انسان اس سے ارادہ نفع حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہے مگر نفع کی بانسبت نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

(۱) ویسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعها.

ترجمہ:۔ لوگ آپ سے شراب اور جوا کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہتے کہ ان میں بڑا گناہ ہے۔ اور لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں۔ مگر ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے''

''دینی مصالح کے لئے معصیت کی اجازت نہیں'':

کسی دینی یا دنیوی مصالح کے لئے ارتکاب معصیت کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت تمام مصالح پر مقدم ہے۔ تمام مصالح اس پر قربان کردیئے جائیں گے۔ مثلاً کوئی شخص سینما یا سود کے ذریعہ اس لئے رقم حاصل کرے تاکہ اس سے دینی مدارس چلائے، یا اس نیت سے رقص وسرود کی محفل گرم کرے کہ لوگ جمع ہو جائیں تو ان کو وعظ کیا جائے، یہ ہرگز جائز نہیں۔ ایسا کرنا سخت گناہ اور خطرناک گمراہی ہے، (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۳۷)

البتہ کسی دینی مصلحت کے لئے ترک مباحات و مستحبات کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ ترک فرائض وواجبات یا ارتکاب محرمات کی نہیں، مثلاً تراویح میں لوگوں کے تھکان وملال کی رعایت میں درود میں اختصار اور دعاؤں کے ترک کی اجازت دی گئی ہے۔

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں۔

ویزید الامام التشهد الا ان یمل القوم فیأتی با لصلوات ویکتفی صل علیٰ محمد لا نه الفرض عند الشافعی ویترک الدعوات (ردالمحتار ج ۱ ص ۲۶۳)

"دینی مصلحت کی بنیاد پر کعبہ کی تعمیر ترک کردی گئی":

اور غالباً اسی ذیل میں عہد نبوی کا یہ واقعہ بھی داخل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کو بنائے ابراھیمی پر تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ اور حطیم کو کعبہ میں داخل کرنے اور باب کعبہ کو نیچے کرکے دو دروازے بنوانے کے خواہشمند تھے، جو ایک پسندیدہ امر تھا۔ لیکن ایک بڑی دینی مصلحت یعنی فتنہ کے خوف کی بناء پر آپؐ نے یہ کام چھوڑ دیا۔

امام بخاری نے اس حدیث پر یہ باب قائم فرمایا۔

باب من ترک بعض الاختیار مخافة ان یقصر فھم بعض الناس فیقعوا فی اشد منه (بخاری مع فتح الباری ج ۱ ص ۱۹۹)

یعنی بعض افضل ومختار کام اس اندیشہ سے چھوڑ دینا کہ لوگ کم فہمی کیوجہ سے کسی فتنہ میں بتلا نہ ہوجائیں۔

حافظ ابن حجر نے اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ۔

وان الامام یسوس رعیه بما فیه اصلاحه ولو کان مفضولاً ما لم یکن محرماً (فتح الباری ج ۱ ص ۱۹۹)

ترجمہ:۔ یعنی امام اپنی رعایا کی اصلاح کے لئے بعض ایسی پالیسیاں اختیار کرسکتا ہے۔ جو فی الواقع زیادہ فضلیت کے حامل نہ ہوں۔ بشرطیکہ اس سے کسی حرام کا ارتکاب نہ لازم آتا ہو،

اگر کعبہ کو بنائے ابراھیمی پر تعمیر کرنا فرض یا واجب ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز کسی کی پرواہ نہ فرماتے، اس لئے کہ آپ کو تو یہ ہدایت کی گئی تھی۔

وتخشی الناس واللہ احق ان تخشه (الاحزاب : ۳۷)

ترجمہ:۔ آپ لوگوں کا خوف کرتے ہیں حالانکہ اللہ کا خوف کرنا زیادہ مقدم ہے"۔

مگر بوجہ مصلحت ترک مستحب یا ترک مباح میں یہ شرط ملحوظ ہے۔ کہ اس سے قانون شرع میں تحریف اور مداخلت فی الدین نہ ہوتی ہو۔ مثلاً اس امر مستحب یا مباح کو اعتقاداً یا عملاً حرام سمجھا جانے لگے۔ یا یہ کہ اس کی ممانعت کا قانون بنادیا جائے۔

اسی بناء پر فقہاء نے بوجہ مصلحت نکاح ثانی یا نکاح نابالغ پر پابندی کا قانون بنانے کو ناجائز کہا ہے، حالانکہ نکاح ثانی یا صغرسنی میں نکاح کرنا نہ فرض ہے۔ نہ واجب صرف مباح ہے۔ لیکن نکاح چونکہ ایک امر شرعی ہے۔ اس لئے اس پر پابندی لگانا مداخلت فی الدین ہے۔ کیونکہ ایک مباح شرعی کے ساتھ عملاً حرام جیسا معاملہ کرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاوی ج ٦ ص ۳۸)

"ریڈیو کا استعمال شرعی اصول پر ممکن ہے":

(۱) مذکورہ اصول وضوابط کی روشنی میں عہد حاضر کے ذرائع ابلاغ کا جائزہ لیا جائے تو ریڈیو کے نشریات میں محتاط رویہ اختیار کرنے کی گنجائش نظر آتی ہے۔ اس کو ناجائز موسیقی عورتوں کی آواز اور دیگر مخرب اخلاق باتوں سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ اور حدود کی رعایت کرتے ہوئے اس کو اشاعت اسلام، اور تبلیغ احکام ومسائل کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اس بناء پر اگر مسلمان اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کریں۔ جس کا مقصد حق کی اشاعت فرق باطلہ کی تردید اور اسلام کے خلاف ہونیوالی مساعی کا

مقابلہ ہو اور حدود شرع میں رہتے ہوئے اس کا استعمال کریں۔ تو نہ صرف یہ کہ یہ جائز ہے۔ بلکہ ایک امر مستحسن ہوگا۔ فقیہ العصر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی رحمہ اللہ علیہ نے اپنے ایک فتویٰ میں اس پر اصولی روشنی ڈالی ہے۔

''چند اقتباسات ملاحظہ ہوں''

''اس حقیر کے نزدیک ریڈیو کی حقیقت ذریعہ ابلاغ اور ایک آلہ کی ہے۔ جس کے ذریعہ ہم اپنی بات دور دور تک پہنچا سکتے ہیں۔ اور ریڈیو کا آج جو بیجا استعمال ہو رہا ہے۔ یہ ایک ذریعہ ابلاغ کا غلط استعمال ہے۔ جہاں تک نفس ریڈیو کے ذریعہ اپنی بات دور تک پہنچانے کا سوال ہے۔ اس میں کوئی عیب نہیں، اس لئے فقہاء کی زبان میں کہا جاسکتا ہے۔ کہ ریڈیو ''مالا تقوم المعصية بعينه'' کی قبیل سے ہے۔ یعنی اصلی شئی میں کوئی معصیت نہیں ہے۔ معصیت باہر سے آئی ہے۔ اور وہ اشیاء جن کی ذات میں کوئی معصیت نہ ہو بلکہ معصیت خارج سے آئی ہو ان کا استعمال اس خارجی معصیت کا ارتکاب کئے بغیر جائز ہے، علاوہ شریعت کا اصول ''سد ذریعہ بھی ہے۔ اور فتح ذریعہ بھی ہے۔ اگر ریڈیو کا استعمال مقاصد خیر کے لئے کرنا مقصود ہے۔ تو جائز ہوگا۔ اور اگر اس کا استعمال معصیت کے لئے ہو تو اگرچہ نفس ریڈیو میں کوئی عیب نہیں لیکن معصیت کا دروازہ روکنے کے لئے اس کا استعمال ممنوع ہوگا۔۔۔۔۔۔۔دوسری طرف یہ واقعہ ہے۔ کہ الیکٹرونک میڈیا انسانی ذہن وفکر کی تبدیلی میں غیر معمولی طور پر مؤثر ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس طاقتور اور مؤثر ذریعہ کو اشاعت حق کے لئے استعمال نہ کریں۔ (اگر ایسا کرنا اور شر سے محفوظ رکھنا ممکن ہو)

یہ کہنا کہ اس کی ضرورت نہیں، صحیح نہیں ہے۔ مسلمانوں کو مسائل واحکام سے واقف کرانے کے لئے غیر مسلموں تک سیرت نبوی اور صحابہ کرام اور دیگر علماء وصالحین کے واقعات مؤثر طور پر پیش کرنا، اور جو ہماری مجلسوں میں نہیں آسکتے ان کے گھر گھر میں حق کی آواز پہنچانے کی ضرورت ہے۔

حاصل بحث یہ ہے۔ کہ اس حقیر کے نزدیک:

ا۔ ریڈیو کے ذریعہ دینی پروگرام شائع کرنا جائز ہے۔

۲۔ مسلمانوں کے مفاد اور اسلام کی اشاعت کی خاطر مسلمانوں کو ان کی مخصوص مقاصد کے لئے اپنا ذاتی ریڈیو اسٹیشن قائم کرنا۔ (جو اشاعت فحشاء ومنکرات سے پاک ہو جائز ہے۔

۳۔ ریڈیو پر تلاوت تفسیر احادیث، وغیرہ کی اشاعت کا عمل شرعاً جائز ہے۔ (سہ ماہی بحث ونظر پٹنہ ۱۰۴ تا ۱۰۶ شمارہ ۶۸ جلد نمبر ۷)

''ریڈیو کا منفی رخ''

البتہ سرکاری ریڈیو یا وہ ریڈیو جس سے دینی اور غیر دینی ہر طرح کے پروگرام نشر ہوتے ہوں، اس سے تلاوت قرآن، درس حدیث یا کوئی بھی دینی پروگرام نشر کرنے میں ایک قباحت یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہ خلاف ادب ہے۔ اس لئے کہ مسلسل غیر دینی اور فحش پروگراموں کے درمیان کوئی دینی پروگرام ایسا لگتا ہے۔ جیسے کہ کسی ناچ گانے کی محفل میں کوئی وعظ کہنا شروع کر دے۔ یا سینما ہال

میں تلاوت قرآن کرنے لگے، یہ بے ادبی معلوم ہوتی ہے۔ نیز اس طرح کے پروگرام دیکھ کرتا ثیر سے بھی خالی ہوتے ہیں۔

''ایک روایت سے استدلال'':

اس سلسلے میں حضرت ربیع بنت معوذ کی اس حدیث سے رہنمائی ملتی ہے جو صحیح بخاری میں آئی ہے، عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قال جاءَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل حین بنی علی مجلس علیٰ فراشی کمجلسک منی وجعلت جویریات لنا یضربن با لدف ویند بن من قتلی من آبائی یوم بدرٍ وقالت احدا ٰھن وفینا نبی یعلم ما فی غدٍ فقال دعی ھذہٖ وقولی با لذی کنت تقو لین رواہ البخاری(مشکوۃ علی المرقات با ب اعلان النکاح ٦ ص ٢١٠)

ترجمہ:۔ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء فرماتی ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اس وقت تشریف لائے جب مجھے عروس کے طور پر تیار کیا گیا۔ تو میرے بستر پر اسی طرح بیٹھے جیسے کہ میری اور تمہاری مجلس ہے۔ اور بچیاں دف بجانے لگیں۔ اور جنگ بدر میں مقتول ہمارے بزرگوں کا مرثیہ پڑھنے لگیں۔ کہ ان میں سے ایک لڑکی نے گاتے ہوئے کہا کہ ہمارے درمیان ایک ایسے نبی ہیں۔ جو کل کی بات جانتے ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو چھوڑو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو کیوں منع فرمایا؟ محدثین نے اجمالی طور پر اس کے دو اسباب بیان کئے ہیں۔

ملاعلی القاری الحنفی تحریر فرماتے ہیں۔

وانما منع القائلۃ لقو لھا وفینا نبی الخ لکراھۃ نسبۃ علم الغیب الیہ لا نہ لا یعلم الغیب الا اللہ وانما یعلم الرسول من الغیب ما اخبرہ او لکراھۃ ان یذ کرفی اثنا ء ضرب الدف واثناء مر ثیہ القتلی لعلو منصبہ عن ذلک.

(مر قاۃ علی المشکوٰۃ ٦ ص ٢١٠)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے منع فرمایا کہ آپ کو اپنی طرف علم غیب کی نسبت پسند نہ تھی۔ کیونکہ غیب کا علم صرف خدا کے پاس ہے۔ اور رسول صرف اتنا ہی غیب جانتے ہیں۔ جتنا اللہ نے ان کو بتا دیا ہے ـــــــ یا یہ بات تھی کہ دف کی تھاپ اور مُردوں کے مرثیہ کے دوران آپ نے اپنا ذکر پسند نہیں فرمایا اس لئے کہ آپ کا منصب اس سے بلند تر ہے۔

یہی توجیہ شارح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے یہاں بھی آئی ہے۔ اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں۔

وگفتہ اند کہ منع آنحضرت ازیں قول بجہت لعب کہ دروے اسنا د علم غیب است با آنحضرت پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رانا خوش آمد، وبعضے گو یند بجہت آنست کہ ذکر شریف وے درا ثنائے لہو منا سب نبا شد۔ (اشعۃ اللمعات، بحوالہ جواہر الفقہ ج ۴ ص ۷۳)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں۔

''میں کہتا ہوں گو اس حدیث کی توجیہ میں دونوں احتمال ہیں۔ اور غور کرنے سے توجیہ ثانی راجح معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس ترجیح سے قطع

نظر کر کے بھی علماء امت کا دونوں کا تجویز کرنا واضح دلیل ہے۔ دونوں بناؤں کے فی نفسہٖ صحیح ہونے کی گو یہاں متحقق ایک ہی ہو،

(جواہر الفقہ ۴/ص ۳۷۷ منقول از امداد المفتین)

ان تفصیلات کی روشنی میں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ریڈیو کے غیر دینی یا فحش نشریات کے دوراں کسی دینی پروگرام کے نشر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

''کراہت بمقابلہ ضرورت'':

لیکن قباحت زیادہ سے زیادہ کراہت کے درجے کی چیز ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زجر شدید نہیں فرمایا ورنہ اگر یہ بالکلیہ ناجائز ہوتا تو حضور سختی کے ساتھ اس سے منع فرما دیتے۔

اس لئے اگر ایسی واقعی دینی ضرورت متقاضی ہو کہ ریڈیو کے سوا کوئی دوسرا متبادل عالمی ذریعہ ابلاغ میسر نہ ہو، اور نہ کوئی ایسا ریڈیو اسٹیشن ہو جہاں صرف دینی اور تعمیری پروگراموں کی اشاعت کا اہتمام ہو، تو مجبوری کی حالت میں اس کراہت کو گوارا کیا جاسکتا ہے۔

اور ریڈیو کو اسلامی پیغامات کی ترسیل کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ کراہت کے مقابلہ میں ضرورت کو اولیت حاصل ہونی چاہئے۔

آج ضرورت اس معنیٰ میں دو چند ہے۔ کہ ایک طرف باطل قوتیں موجودہ عالمی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اپنے افکار و خیالات اور منکرات وخرافات، کی اشاعت پر زور صرف کر رہی ہیں۔ تو دوسری طرف اسلام کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ اس کے احکام ونظریات کی غلط تصویر پیش کی جارہی ہے۔ اور اسلام کی طرف سے ذہنی وفکری ارتداد کی کوشش جاری ہیں۔ اگر آج ان کا مقابلہ نہ کیا جائے اور محض کراہت، خلاف ادب، اور خلاف تقویٰ کو بنیاد بنا کر ریڈیو جیسے عالمی ذریعہ ابلاغ کا استعمال ترک کر دیا جائے تو ایک عجیب ارتدادی وبا پھیل جائیگی، غیر اسلامی میڈیا بھی، اپنا کوئی مدمقابل میدان میں نہ پاکر اور آزاد ہو جائیگا۔ اور پھر اسلام اور مسلمانوں کی جو شبیہ ابھر کر سامنے آئیگی وہ انتہائی جھوٹی گھناؤنی اور قابل نفرت ہوگی اس سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ کہ آج کراہت کو گوارا کر کے اسلامی حقائق کو مسخ کرنے کی کوششوں کا مقابلہ کیا جائے، اس موقع پر نفع کے موازنہ کے اصول کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

اور اگر اتنے وسائل ہوں کے مسلمان خود اپنا ریڈیو اسٹیشن قائم کرلیں اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس کو چلائیں اور اسی پلیٹ فارم سے دنیا کی تمام غیر اسلامی تحریکات کا مقابلہ کریں تب تو یہ سب سے اچھی بات ہوگی۔

''ٹی وی کی بنیاد معصیت پر ہے۔'':

(۲) البتہ ٹی وی کا مسئلہ نسبتاً پیچیدہ ہے۔ اس کی اساس ہی ایک بڑی معصیت پر ہے۔ جس پر احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ وہ ہے۔ تصویر سازی ______ ٹی وی مناظر واشخاص کی تصویری نمائندگی کرتی ہے۔ تصور کے بغیر ٹی وی کا تصور ہی ناممکن ہے۔

''تصویر کی حرمت منصوص ہے'':

اور تصویر پر احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوتی ہیں۔ اس کو رحمت الٰہی سے دوری کا سبب بتایا گیا ہے۔ اس کو صفت تخلیق میں

اللہ تعالیٰ کا مقابلہ قرار دیا گیا ہے۔تصویر بنانے والے کو بدترین عذاب کا مستحق کہا گیا ہے۔اور اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔اس سلسلے میں کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں۔علماء نے مستقل اس پر رسالے تحریر کئے ہیں۔بطور نمونہ چند احادیث ملاحظہ ہو۔

(۱) ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اشد الناس عذاباً یو م القیمة المصور ون (بخار ی مع فتح الباری کتا ب اللباس ۱۰ ص ۳۱۴)

ترجمہ:۔ قیامت کے دن سب سے بدترین عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الذین یصنعون ھذہ الصور یعذبون یو م القیمة یقال لھم احیوا ما خلقتم ۔ (بخاری مع فتح الباری ۱۰ ص ۳۱۶)

ترجمہ:۔جولوگ یہ تصاویر بناتے ہیں۔قیامت کے روز ان کو عذاب دیا جائے گا۔اور کہا جائے گا کہ جو صورت تم نے بنائی ہے۔ اس میں جان بھی ڈالو۔

(۳) حضرت ابوھریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر کے بارے میں فرمایا، **ومن اظلم ممن ذھب یخلق فیخلقوا حبة ولیخلقو ذرة**۔(بخاری مع فتح الباری ۱۰ ص ۳۱۶)

ترجمہ:۔اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا۔جو میری طرح یعنی اللہ کی طرح تخلیق کرنے لگے۔(وہ کسی جاندار کی تخلیق تو کیا کرسکتا) ایک دانہ ایک ذرہ تو بنا کر دکھائے۔

(۴) مسند احمد میں حضرت علی سے مروی ہے۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **من عا د الی صنعة شئی من ھذا فقد کفر بما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم قال الحا فظ المنذری اسنا دہ جید** (بلو غ القصد والمر ام ص ۲۲)

ترجمہ:۔جس شخص نے ان چیزوں (یعنی تصاویر) میں سے کوئی چیز پر بنائی (گویا) اس نے اس وحیؔ کا انکار کر دیا، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی"۔

"تصویر کی حرمت پر جمہور کا اجماع":

جمہور امت کا اجماع اور ائمہ اربعہ کا مذھب بھی یہ ہے۔کہ کسی ذی روح کی تصویر بنانا حرام ہے۔صاحب عمدة القاری لکھتے ہیں۔

وفی التو ضیح قال اصحابنا وغیرھم تصویر صورة الحیوان حرام اشد التحریم وھو من الکبا ئر سواء صنعه' لما یمتھن او لغیرہ فحرام لکل حال لا ن فیه مضا ھات بخلق اللہ وسواء کان فی ثوب او بساط او دینا ر اودراھم او فلس اواناء او حا ئط وا ما ما لیس فیه صورة حیوان کا لبحر ونحوہ فلیس بحرام وسوا ء کان فی ھذا کله ماله ظل وما لا ظل له' وبمعنا ہ قال جما عة العلما ء ما لک والسفیان وابو حنیفه وغیر ھم

(عمدة القاری ۲۲/ ۷ ادار ة الطبا عة المنبریة مصر)

ترجمہ:۔توضیح میں ہے۔کہ ہمارے فقہاء وغیرہ نے فرمایا کہ کسی ذی روح کی تصویر سازی سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔خواہ ایسی تصویریں ہوں جن کو عادۃً ذلیل رکھا جاتا ہو۔یا ایسی نہ ہوں وہ ہر حال میں حرام ہیں۔اس لئے کہ اس میں تخلیق الٰہی سے مشابہت پائی جاتی ہے۔چاہے وہ تصویر کپڑے میں ہو یا فرش میں دینار و درہم اور سکوں میں ہو یا برتنوں اور دیواروں میں اور سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار البتہ غیر ذی روح مثلاً سمندر وغیرہ کی تصویر حرام نہیں ہے۔علماء کی جماعت یعنی امام مالک،سفیان ثوری امام ابوحنیفہ وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔

''تصویر کے قائل بعض علماء کا رجوع'':

بعض ہندوستانی علماء کے بارے میں مشہور ہے۔کہ وہ تصویر کے باب میں توسیع کے قائل تھے۔بالخصوص فوٹوگرافی کے تعلق سے ان کے یہاں بڑی وسعت تھی،ان کے نزدیک حرمت تصویر کی علت شائبہ شرک سے حفاظت تھی۔اس لئے جن صورتوں میں شرک یا شائبہ شرک کا اندیشہ نہ ہو،ان صورتوں میں تصویر کی گنجائش ہے۔ان کے پاس ان کے خیال کے مطابق اس سلسلے کی مستدلات بھی موجود تھیں۔لیکن تحقیق سے یہ بات معلوم ہے۔کہ ان بزرگوں نے اپنے موقف سے رجوع کر کے جمہور امت کا موقف اختیار کرلیا تھا۔ اس سلسلے میں دو بزرگوں کا نام لیا جاتا ہے۔حضرت مولانا سید سلیمان ندوی،اور حضرت مولانا ابوالکلام آزاد یہ دونوں بزرگ دلائل کے ساتھ مذکورہ موقف کے قائل تھے۔مگر دونوں نے ہی بعد میں اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور اس کا اعلان بھی کر دیا علامہ سید سلیمان ندوی نے محرم ۱۳۶۲ھ مطابق جنوری ۱۹۴۳ء معارف اعظم گڑھ میں اپنا رجوع ان الفاظ میں شائع فرمایا۔

''مسئلہ تصویر کے متعلق میں نے ۱۹۱۹ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں (۱) ذی روح کے فوٹو لینے یعنی عکسی تصویر کشی اور خصوصاً (۲) نصف حصہ جسم کے فوٹو کا جواز ظاہر کیا تھا۔اس سلسلے میں بعد کو ہندوستان اور مصر کے بعض علماء نے بھی مضامین لکھے جن میں سے بعض میرے موافق ہیں۔اور بعض میرے مخالف لیکن بہرحال اس بحث کے سارے پہلو سامنے آگئے ہیں۔اس لئے سب کو سامنے رکھ کر اب اس سے اتفاق ہے۔کہ صحیح یہی ہے۔کہ امر اوّل دستی تصویر کی طرح ناجائز ہے۔اور امر ثانی کا کھینچنا ناجائز اور کھنچوانا باضطرار جائز اور دھڑ کا بغیر سر اور چہرہ کے دونوں جائز ہیں۔پوری تفصیل آئندہ لکھی جائیگی۔انشاءاللہ تعالیٰ.(تذکرۂ سلیمان /۴۶ ابحوالہ جواہر الفقہ ۳ ص ۱۷۰ تا ۱۷۱)

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مدت دراز تک اپنا مشہور اخبار الہلال باتصویر شائع کرتے رہے۔آپ رانچی جیل میں تھے۔آپ کے بعض مخلصین نے آپ کی سوانح وحالات کا مجموعہ ''تذکرہ'' کے نام سے شائع کرنے کا ارادہ کیا،تو جدید مصنفین کی رسم کے مطابق انہوں نے رانچی جیل میں آپ کو خط بھیجا کہ ہمیں اپنا فوٹو عنایت فرما دیں جس کو اس کتاب میں شامل کیا جائے۔اس پر مولانا ابوالکلام آزاد نے جو جواب تحریر فرمایا وہ خود اسی تذکرہ میں ان الفاظ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

''تصویر کھنچوانا،رکھنا،شائع کرنا سب ناجائز ہے۔یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھنچوائی اور الہلال کو باتصویر نکالا۔اب میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں۔میری پچھلی لغزشوں کو چھپانا چاہئے نہ کہ ازسرنو اس کی تشہیر کرنی چاہئے''(جواہر الفقہ ۳ ص ۱۷۱)

یہ تفصیل اس لئے ذکر کردی گئی تاکہ تصویر کی حرمت کا مسئلہ صاف ہو جائے اور واضح ہو جائے کہ فوٹو گرافی کے معاملے میں کم از کم برصغیر کی حد تک علماء حق کا کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔

''ٹی وی میں تصویری استعمال کا جائزہ'':

تصویر کی حرمت کا مسئلہ ضروری حد تک صاف ہو جانے کے بعد آیئے دیکھیں کہ ٹی وی میں تصویر کا استعمال کن مراحل میں ہوتا ہے، کم از کم تین مراحل ضرور ہیں۔ جن میں تصویر کا استعمال ہوتا ہے۔

(۱) بنیادمرحلہ تصویر سازی کا ہے۔ سب سے پہلے اشخاص واشیاء کی تصاویر تیار کی جاتی ہیں۔ جس میں ذی روح اور بے روح دونوں طرح کی تصاویر شامل ہوتی ہیں۔

(۲) دوسرا مرحلہ تصویر رکھنے کا کہ تصویر تیار ہونے کے بعد ٹی وی اسٹیشن میں محفوظ رکھی جاتی ہے، پھر ٹی وی جاری رہنے کی صورت میں تصاویر ٹی وی سیٹ میں مسلسل موجود اور متحرک رہتی ہیں۔

(۳) تیسرا مرحلہ ہے۔ تصویر نمائی اور اس سے لطف اندوز ہونے کا، پہلا مرحلہ خاص ٹی وی پروگرام بنانے والوں سے متعلق ہے۔ جبکہ دوسرے اور تیسرے مرحلے کا تعلق پروگرام بنانے والے اور دیکھنے والے دونوں سے ہے۔

(۱) ''تصویر سازی'':

فقہاء نے مذکورہ تینوں مرحلوں کو معصیت میں شمار کیا ہے۔ جہاں تک ذی روح کی تصویر سازی کا معاملہ ہے۔ وہ کسی کے لئے کسی صورت میں کسی کے نزدیک جائز نہیں، چھوٹی بڑی ، واضح وغیر واضح ذلیل اور عزیز کسی بھی قسم کی تصویر سازی بلا تخصیص حرام ہے، اس میں کسی عالم وفقیہ کا اختلاف نہیں۔

علامہ نووی رقمطراز ہیں۔ ''قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر لا نه تو عد علیه بهذا لوعید الشدید المذکور فی الا حا دیث وسواء صنعه بما یمتهن او بغیره فصنعته حرام بکل حال لا ن فیه مضا هات خلق الله تعالیٰ وسواء ما کان فی ثوب او بساط او درهم او دینار او فلس او انا ء او حا ئط او غیر ها واما تصویر صورة الشجر ورحال الا بل وغیر ذلک مما لیس فیه صورة حیوان فلیس بحرام هذا حکم نفس التصویر'' (نو وی مع مسلم ج ۲ ص ۱۹۹)

ترجمہ:۔ ہمارے علماء اور دیگر فقہاء نے فرمایا ہے۔ کہ جاندار کی تصویر سازی سخت حرام ہے۔ اور وہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اس لئے کہ اس پر احادیث میں شدید وعید وارد ہوئی ہے۔ خواہ ایسی چیز کی تصویر بنائے جو عادۃً ذلیل اور پامال رکھی جاتی ہو، یا کسی اور چیز کی ہر حال میں اس کا بنانا حرام ہے۔ اس لئے کہ اس میں حق تعالیٰ کی صفتِ خلق کی نقل اتارنا ہے۔ اور چاہے تصویر کپڑے میں ہو، یا فرش میں اور درہم ودینار یا پیسہ میں ہو یا برتن اور دیوار وغیرہ میں، لیکن درختوں اور اونٹ کے کجاوے وغیرہ بے روح چیزوں کی تصویر بنانا ناحرام

نہیں ہے۔یہ تصویر بنانے کا حکم ہے،

علامہ شامی لکھتے ہیں۔"فان ظاهرة ان مالا يو ثر كر امة فى الصلوٰة لا يكره ابقاء فيه هذا كله' فى افتناء الصورة واما فعل التصوير فهو غير جائز مطلقا ".(ردالمحتار ١ ص ٦٧٧ ، ٦٧٨)

ترجمہ:۔ظاہر یہ ہے۔کہ جو تصویر کراہت نماز میں مؤثر نہیں اس کو باقی رکھنے میں کراہت نہیں ہے۔یہ سب اس وقت ہے۔جبکہ تصویر نظر نہ آتی ہو۔رہا عمل تصویر تو وہ کسی صورت میں جائز نہیں ہے،غیر ذی روح میں بھی ان چیزوں کی تصویر سازی جن کی پرستش کی جاتی ہو حرام قرار دی گئی ہے۔

ملا علی القاری الحنفی رقمطراز ہیں:"واما ما عبد من دون الله ولو كان من الجما دات كا لشمس والقمر فينبغى ان يحرم تصويره'. " (مرقاة شرح مشكوٰة ٤ ص ٤٨٦)

ترجمہ:"غیر اللہ میں جن چیزوں کی پرستش کی جاتی ہو،چاہئے وہ جمادات ہی سے ہو مثلاً شمس وقمر تو اس کی تصویر سازی بھی حرام ہونی چاہئے۔"

البتہ ذی روح کی سر کٹی ہوئی تصاویر فقہاء نے مضائقہ نہیں سمجھا ہے،اور اس کی وجہ یہ ہے۔کہ ان کے نزدیک سر کٹی ہوئی تصویر،تصویر ہی نہیں ہے۔____

شیخ علی متقی ہندی حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کرتے ہیں۔

الصورة الروس فا ذا قطع الراس فلا صورة(كنز العمال ص ٤٠)

صورت تو سر ہے۔سر کٹ جانے کے بعد صورت نہیں رہتی،

امام طحاویؒ حضرت ابو ھریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔

الصور ة الراس فكل شئى راسٔ له فليس بصورة (شرح معا نى الا آثار للطحاوى ٢ ص ٣٦٦)

احمد بن حجاج بیان کرتے ہیں۔

قلت لا بى عبد الله اليس الصورة ذايداو رجل فقال عكرمه كل شئى له' راسٔ فهو صورة(اتحاف السادہ۷ص۵۹)

میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ کیا ہاتھ پاؤں والی چیز تصویر نہیں ہے۔تو عکرمہ نے کہا ہر وہ چیز جس کا سر ہو وہ تصویر ہے،

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

فلا بأ س بالصلوٰة فيها لا نها با لقطع خرجت من انٔ تكون تما ثيل والتحقت با لنقو ش والد ليل عليها روىٰ من محو وجه الطير الذى كان فى تر سهعليه السلام . (بد ائع مكروهات الصلوٰة ١ ص ١١٦)

خلاصہ بحث یہ ہے۔کہ سر والی ذی روح چیز کی تصویر بنانا بالاتفاق حرام ہے،اور منصوص وعیدوں کا پہلا مصداق یہی ہے۔

(۲)"تصویر رکھنا"

____ دوسرا مرحلہ تصویریں اپنے پاس رکھنے کا ہے،خواہ ٹی وی سیٹ کے اندر متحرک صورت میں ہو،یا الماری یا دیواروں کی زینت بنکر فقہاء نے اس سلسلے میں کچھ تفصیل کی ہے"

چھوٹی تصویریں:

جو تصویریں اسقدر چھوٹی ہوں کہ اگر وہ زمین پر رکھی ہوں اور کوئی متوسط بینائی والا شخص کھڑا ہو کر دیکھے تو تصویر کے اعضاء واضح طور پر دکھائی نہ دیں، ایسی تصویر کا گھر میں رکھنا جائز ہے، اگر چہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے، چھوٹی تصویر کی تحدید میں کئی اقوال ہیں، لیکن مذکورہ تعریف سب سے جامع ہے۔ اور اس کے لحاظ سے تعیین وتحدید زیادہ آسان ہے،

علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں،

او کانت صغیرۃ لا تتبین تفاصیل اعضائها للناظر، قائماً وهی علی الارض ذکره الحلبی، وقال الشامی هذا اضبط لما فی القهستانی لکن فی الخزانة ان کانت المصورة مقدار طیر یکره وان کان اصغر فلا یکره

(ردالمحتار مکروهات الصلوٰة ا ص ۶۰۷)

خزانہ میں اس کی حد چڑیا بتائی گئی ہے۔ کہ چڑیا سے چھوٹی مکروہ نہیں ہے۔ اور اس سے بڑی مکروہ ہے، لیکن شامی نے پہلی تعریف کو زیادہ مضبوط قرار دیا ہے،

روایات سے بعض صحابہ کے بٹنوں اور بعض کی انگوٹھی پر تصویر کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت عروہؓ کے بٹن میں آدمیوں کے چہرہ کی تصویریں تھیں۔ (طبقات ابن سعد جزء تابعین ۱۳۶)

حضرت ابو ھریرہؓ کی انگوٹھی میں جو نگینہ تھا اس میں دو مکھیوں کی تصویر بنی تھی، حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک انگوٹھی دستیاب ہوئی تھی۔ جس کے متعلق یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ دانیالؑ نبی کی انگوٹھی ہے۔ اور اس کے نگینہ میں ایک مرقع تھا کہ دو شیر دائیں بائیں کھڑے تھے۔ بیچ میں ایک لڑکا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ انگوٹھی حضرت ابو موسیٰ اشعری کو عنایت فرمائی۔ (جواهر الفقه ۳ ص ۱۹۱)

''عزت سے محروم تصویریں''

عادۃً پامال اور ذلیل وحقیر سمجھی جانے والی تصاویر رکھنا جائز ہے۔ اگر چہ بنانا اس کا بھی جائز نہیں۔ خلاصۃ الفتاوٰی میں ہے۔

ثم التمثال اذا کان علی وسادۃ لا باس باستعمالها وان کان یکره اتخاذها (خلاصة ج ا ص ۵۸)

تصویر اگر تکیہ پر ہو تو استعمال میں مضائقہ نہیں۔ اگر چہ بنانا مکروہ ہے۔ بدائع میں ہے۔

وان کان الصورۃ علی البسط والوسائد الصغار وهی تداس بالارجل لاتکره لما فیه من اهانتها

(بدائع ۲ ص ۱۲۶ مکروهات الصلوٰة)

مسند احمد میں حضرت لیثؒ سے نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں۔

دخلت علی سالم بن عبدالله وهو متکئ علی وسادۃ فیها تماثیل طیر و وحش فقلت الیس یکره هذا قال لا انما یکره ما نصب نصباً (مسند احمد مع فتح الربانی ۱۷ ص ۲۷۷)

ترجمہ:۔میں حضرت سالم بن عبداللہ کے گھر گیا۔تو وہ ایک تکیہ سے کمر لگائے بیٹھے تھے،جس میں پرندوں اور وحشی جانوروں کی تصویریں تھیں۔میں نے عرض کیا کہ کیا ان کا استعمال ناپسندیدہ نہیں ہے۔انہوں نے فرمایا نہیں، بلکہ ناجائز وہ تصویریں ہیں، جو کھڑی ہوں۔

اس طرح کی چند استثنائی صورتوں میں تصویر رکھنے کی اجازت ہے،ان کے علاوہ صورتوں میں تصویر رکھنا درست نہیں۔______ نمازی کے پیچھے یا اس کے زیر قدم اگر تصویر ہو تو نماز مکروہ نہیں ہوتی لیکن گھر میں اس تصویر کے رکھنے کے عمل کو فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔اس لئے کہ ملائکہ ایسے مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا موجود ہو،النہر الفائق میں ہے۔

لو کانت خلفه' او تحت رجليه لا يكره الصلوٰة لكن يكره كراهة جعل الصورة فى البيت لخبر ان الملا ئكة لا تد خل بيتاً فيه كلب ولا صورة. (النهر الفا ئق شرح كنز الر قائق قلمى با ب مفسدات الصلوٰة ص ٢٠ بحواله جواهر الفقه ج٣ ص ٥٥)

بلکہ فقہاء نے کسی ایسے مکان میں بلاضرورت داخل ہونے کو بھی مکروہ کہا ہے۔جہاں تصویر موجود ہوں۔

يكره الد خول الى بيت فيه صور على سقفه او خيط على الستو ر والا زر و الو سا ئد العظام.

(شامي مكروهات الصلوٰةبحواله جواهر الفقه ج٣ ص ٢٤٠)

(۳)''تصویریں دیکھنا'':

تیسرا مرحلہ ہے۔تصاویر کو دیکھنے اور لطف اندوز ہونے کا،فقہاء نے اصولی طور پر اس کی وضاحت کی ہے۔کہ تصویر سازی حرام ہے،اس لئے حرام کو دیکھنا اور کسی مصرف میں استعمال کرنا بھی حرام ہے،اس لئے کہ جب تک دیکھنا اور استعمال کرنا موقوف نہ ہوگا اس عمل کی حوصلہ شکنی نہیں ہوگی۔______ مثال کے طور پر شراب حرام ہے۔تو اس سے کسی قسم کا انتفاع یا برائے تفریح وتلذذ اس کو دیکھنا بھی حرام ہے،درمختار میں ہے،

وحرم الا نتفا ع بها (اى ا لخمر) ولو لسقى دواب او لطين او نظر للتلهى .

(درمختار كتاب الا شربة بحواله امدا د الفتاوىٰ ج ٤ ص ٢٥٨)

ترجمہ:۔شراب سے انتفاع حرام ہے۔چاہئے جانوروں کو سیراب کرنے یا کیچڑ کے لئے یا بطور تفریح دیکھنے ہی کے لئے ہو،بلوغ القصد والحرام میں مالکیہ کے حوالے سے ہے۔کہ

يحرم تصوير حيوان عاقل او غير ه يحرم النظر اليه اذا النظر الى المحرم الحرام . (جواهر الفقه ج ٣ ص ٢٣٩)

عاقل یا غیر عاقل جاندار کی تصویر حرام ہے۔۔۔۔۔۔۔اس کو دیکھنا حرام ہے۔اس لئے کہ حرام کو دیکھنا، بالیقین حرام ہے۔

اس جائزے سے اندازہ ہوتا ہے۔کہ فقہ اسلامی کی رو سے ٹی وی دیکھنے یا ٹی وی اسٹیشن کے قیام کی صورت بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ٹی وی فحشاء اور منکرات کی اشاعت سے خواہ کتنا ہی پاک ہو،اس میں کوئی غیر شرعی عمل نہ ہو،اور سارا اختیار محتاط اور متدین طبقہ کے ہاتھوں میں ہو لیکن تصویر سازی تصویر نمائی اور تصویر بینی کے مراحل سے گذرے بغیر چارہ نہیں۔______ لیکن دوسری

طرف فقہاء نے مواقع ضرورت کا استثنا کیا ہے۔

والمتثنیٰ منها مواقع الضرورة.(الا ختیار ات العلمیه لا بن تیمیه ص ۲۵)

شرح السیر الکبیر میں ہے۔

وان تحققت الحاجة الی استعمال السلاح الذی فیه تمثال فلا بأس با ستعماله لا نه موضع الضرورة مستثناة من الحرمة کما فی تنا ول المیتة.(جواهر الفقه ج ۳ ص ۲۳۲)

ترجمہ:۔اگر ایسا ہتھیار استعمال کرنے کی ضرورت پڑ جائے جس میں تصویر ہو تو مضائقہ نہیں۔اس لئے کہ مواقع ضرورت حرمت سے مستثنیٰ ہیں۔جیسا کہ میتہ کے استعمال کا حکم ہے۔

موجودہ دور میں ٹی وی اور انٹرنیٹ مضبوط اور تیز رفتار عالمی ذرائع ابلاغ ہیں۔جن کو اپنائے بغیر کوئی پیغام عالمی سطح پر آسانی نہیں پھیلایا جاسکتا۔اگر ان کو ذریعہ ابلاغ کی حیثیت سے اختیار نہ کیا جائے تو اسلام اور تعلیمات اسلامی کی عمومی اشاعت کے کام پر کافی اثر پڑے گا۔علاوہ ازیں ٹی وی اور انٹرنیٹ کے راستے سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو بدگمانیاں اور افواہیں پھیلائی جارہی ہیں۔اور شکوک وشبہات پیدا کئے جارہے ہیں۔ان کا دفاع ٹی وی،اور انٹرنیٹ،کو اختیار کئے بغیر ناممکن ہے۔اس طرح گویا یہ اس دور کا لازمی میڈیائی ہتھیار ہے۔اور اسلام اور ملت اسلامیہ کی حفاظت کے لئے اس ہتھیار کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے بہت سالوں قبل یہ فتویٰ دیا تھا۔جو ان کے مجموعۂ فتاویٰ احسن الفتاویٰ میں شامل ہے۔کہ:

''اگر کسی وقت ملک میں اسلامی حکومت قائم ہو،اور وہ ٹی وی کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے موجودہ منکرات سے پاک کردے۔ٹی وی میں عورتوں کا گذر نہ ہو،کسی جاندار کی تصویر بھی پیش نہ کی جائے اس کا پورا عملہ صالح مردوں پر مشتمل ہو۔جو اسے عوامی خواہشات کے تابع رکھنے کے بجائے مفید مقاصد میں استعمال کرے۔استعمال کی مخصوص حدود وشرائط وقت کے محقق سے طے کرائے تو دریں حالات ٹی وی واقعی آلۂ خیر بن جائیگا۔اور علماء کو اس پر کوئی اعتراض نہ رہے گا۔ (احسن الفتاویٰ رسالہ ٹی وی کا زہر ص ۱۸)

خود میری رائے بھی آج سے چند سال قبل تک یہی رہی لیکن اب مزید تجربات اور دنیا کے حالات کے تناظر میں مختلف مراحل پر (بشرطیکہ وہ منکر ہوں)ٹی وی اور انٹرنیٹ کی ضرورت واہمیت کا احساس ہوتا ہے۔اور اب میرے نزدیک اس معاملہ میں کچھ گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ (والحقیقہ عنداللہ)

''خلاصہ جوابات''

اس تفصیل کی روشنی میں ادارۃ المباحث الفقہیہ کی طرف سے ارسال کردہ سوالات کے مختصر جوابات یہ ہیں۔

(ا) کسی جاندار کی تصویر جس کا سر موجود ہو،اور دیکھنے والے کو صاف صاف نظر آتی ہو شرعی طور پر ناجائز ہے،خواہ وہ ہاتھ سے بنائی جائے یا مشین سے البتہ جس تصویر کا سر نہ ہو،یا غیر ذی روح کی تصویر پر تصویر شرعی کا اطلاق نہ ہو،

"(۲) ٹیلی ویژن کی اسکرین پر آنیوالی صورتوں پر بھی تصویر کا اطلاق ہوتا، البتہ جس صورت میں ٹیلی ویژن پر پروگرام کو براہ راست نشر کیا جائے، اور تصاویر محفوظ نہ رہیں۔ تو ان پر تصویر کا اطلاق نہیں ہونا چاہئے۔

(۳) تصاویر کی حرمت نصوص سے ثابت ہے۔ اور اس پر علماء امت کا اجماع ہے۔ البتہ اس کے اطلاقات کی تعیین میں قدیم سے علماء کے درمیان اختلاف رہا ہے۔ اس لئے ٹی وی کی تصاویر کی حرمت قطعی کے بجائے ظنی کے دائرہ میں جانے کے زیادہ لائق ہے۔

(۴ تا ۱۰) دینی ضروریات، باطل افکار و نظریات کی تردید اور صحیح اسلامی عقائد و تعلیمات کی ترویج و اشاعت کے لئے آج کے دور میں میڈیا سب سے بڑا محاذ جنگ ہے۔ اور اس محاذ پر ٹی وی اور انٹرنیٹ سب سے مضبوط اور مؤثر ہتھیار ہیں۔ اس ہتھیار کو دشمن کے مقابلے میں استعمال کرنا وقت کی بڑی ضرورت اور مجبوری ہے۔

نرخنامہ برائے اشتہارات

بین الاقوامی معیار کا تحقیقی سہ ماہی مجلّہ

''المباحث الاسلامیہ (اردو)''

Ret List for Advertisement

Quarterly International Magazine ALMABAHIS-AL-ISLAMIA

(1) آخر صفحہ رنگین........4000 روپے — (2) اندورن آخر صفحہ رنگین.......3000 روپے

(3) اندرون صفحہ اول رنگین.........3,000 روپے — (4) مکمل صفحہ سادہ.........1500 روپے

(5) آدھا صفحہ سادہ.........1000 روپے — (6) ایک تہائی صفحہ سادہ.......500 روپے

یہ پاکستان اور دنیا بھر کے لائبریریوں کا واحد منتخب اسلامی تحقیقی مجلّہ ہے۔

اپنے کاروبار کی تشہیر کے لئے سہ ماہی مجلّہ ''المباحث الاسلامیہ (اردو)'' میں اشتہار دے کر ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق بنیں۔

برائے رابطہ: دفتر جدید فقہی تحقیقات، جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان بنوں

فون: 0928-331353 فیکس: 0928-331355

ای میل almarkazulislami@maktoob.com